شبلی اور علم کلام کی ترتیب نو

محمد ریاض

علم کلام کے حریت فکری سکھانے والے پہلو کے بارے میں شبلی نے لکھا تھا کہ :

,,علم کلام کا یہ احسان ہمیشہ یاد گار رہے گا کہ اس کی بدولت یونانیوں کو غلامی سے آزادی ملی ۔ یونانی فلسفے نے دنیا میں رواج و قبول حاصل کیا تھا کہ اس کے مسائل وحی کی طرح تسلیم کئے جاتے تھے ۔ مسلمانوں نے بھی ان کے فلسفے کو اسی نگاہ سے دیکھا اور ارسطو و افلاطون کو علم کا دیوتا سمجھے ۔ فارابی سے کسی نے پوچھا کہ ,, آپ کو ارسطو سے کیا نسبت ہے ،، ؟ اس نے جواب دیا کہ ,, میں اگر ارسطو کے زمانے میں ہوتا تو اس کا ایک لائق شاگرد ہوتا ،، ۔ بوعلی سینا نے ,, شفا ،، میں ایک ضمنی موقع پر لکھا ہے کہ ,, اتنا مدید زمانہ گذر چکا لیکن ارسطو کی تحقیقات پر ایک ذرہ برابر اضافہ نہ ہو سکا ،، ۔ یونانیوں کی یہ حلقہ بگوشی اس وقت تک قائم رہی جب تک علمائے کلام نے فلسفہ کو نکتہ چینی کی نگاہ سے نہیں دیکھا تھا (۱) .

علم کلام اس علم کا نام ہے جس میں دینی عقائد ، عبادات اور نظام اخلاق کی صداقت کو دلائل و براھین کے ساتھ ثابت کیا جاتا ہے اور مخالفین دین کے اعتراضات و شبہات کا جواب عقل و نقل کی

مدد سے دیا جاتا ہے۔ علم کلام ، علم الٰہیات کا ایک حصہ ہے۔ اس علم کی داغ بیل بظاہر تیسری صدی ہجری کے اوائل میں اس وقت پڑی جب خلیفہ عباسی مامون الرشید کے عقلیت پرور دور میں محمد بن الہذیل بن عبد اللہ نے (جسے ابوالہذیل علاف کے نام سے شہرت حاصل ہے ، (وفات ۲۳۵ ہجری) اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ۔ خلافت عباسی کا یہ وہ دور تھا جب سریانی ، عبرانی اور یونانی وغیرہ زبانوں کے فکری مآخذ ومنابع عربی میں منتقل کئے جا رہے تھے۔

اس سلسلے میں کتب فلسفہ پر خصوصی توجہ دی جا رہی تھی ۔ علم کلام ، اس فلسفے کے منطقی اور مخالفانہ جوابات دینے کے لئے وضع کیا گیا تھا اور چونکہ ,, کلام " ,, منطق " ہی کا ایک دوسرا نام ہے ، اس لئے اس علم کا نام ,, علم کلام " پڑ گیا (۲) ۔ اس کے بعد مسلمان اس علم میں اپنی تالیفات و تخلیقات پیش کرتے رہے جن میں سے بعض اس زمانے تک موجود ہیں ۔

شمس العلماء شبلی نعمانی (وفات ۱۹۱۴ء) نے ,, علم الکلام " اور ,, الکلام" نام کی کتابوں میں اس علم سے بحث کی ہے۔ پہلی کتاب علم الکلام کی مختصر مگر فکر انگیز تاریخ کو ہمارے سامنے لاتی ہے جبکہ دوسری کتاب میں مصنف نے ایک نئے علم کلام کی ترتیب اور تشکیل کا احساس دلایا ہے ۔ مذکورہ کتابوں کے علاوہ شبلی کی دو سوانحی کتب ,, الغزالی " اور ,, سوانح مولانا روم " بھی ان کے کلامی سلسلہ تصانیف ہی کی کڑیاں ہیں ۔ یہ کتابیں حیدر آباد دکن کے قیام کے زمانے میں لکھی گئیں ۔ ۱۹۰۱ تا ۱۹۰۵ء تک شبلی دکن میں سررشتہ علوم و فنون کے ناظم رہے اور اسی دوران انہوں نے مندرجہ بالا چار کتب لکھی تھیں ۔ ,, الغزالی " ۱۹۰۲ء میں چھپی ۔ علم الکلام کا سال اشاعت بھی یہی ہے جبکہ الکلام ۱۹۰۳ء میں چھپی ۔ ,, سوانح مولانا روم " شبلی کے حیدرآباد دکن سے لوٹ

آنے کے بعد ۱۹۰۶ء میں شائع ہوئی تھی - ان چاروں کتابوں کی تصنیف بظاہر ایک ساتھ جاری رہی ہے - امام محمد غزالی (وفات ۵۰۵ھ) کو صدیوں سے متکلم مانا جاتا رہا مگر مولانا رومی (وفات ۶۷۲ھ) کو ایک متکلم کی حیثیت سے پیش کرنا اور ان کی مثنوی اور دیوان کبیر کی کلامی توجیہات کرنا، شبلی کے ابداعات میں سے تھا اور ان کی تقلید میں رومی کی اس حیثیت کو اب سب نے ہی تسلیم کر لیا ہے۔

,, علم الکلام ،، میں شبلی نے اس علم کی مختصر تاریخ پیش کی اور مشہور کلامی مکاتب فکر اور نامور متکلمین کے افکار متعارف کروائے ہیں - ان کی دیگر کتب کی طرح کلامی سلسلے کی کتب بھی تاریخ نگاری کے ذیل میں ہی آتی ہیں - اپنی اس کتاب کے موضوع بحث کو مصنف نے اس طرح متعارف کروایا ہے :

,, اس قسم کی کوئی تصنیف اردو بلکہ عربی و فارسی میں بھی موجود نہ تھی - میں نے ابتداء زمانہ تصنیف سے اپنی تصنیفات کا موضوع تاریخ قرار دیا ہے - چنانچہ اب تک جو چیزیں میرے قلم سے نکلیں اور شائع ہوئیں وہ تاریخ ہی تھیں - اس بناء پر یہ کام میرے دائرہ سے خارج تھا - علم کلام کی تاریخ لکھنے سے ایک طرف تو اسلامی لٹریچر کی ایک کمی پوری ہوتی ہے اور دوسری طرف یہ تصنیف جو درحقیقت علم کلام کی تاریخ ہے تاریخ کے دائرے میں آ جاتی ہے اور میں اپنی حد سے تجاوز کرنے کا گناھگار نہیں رہتا ... حال میں علم کلام سے متعلق مصر، شام اور ہندوستان میں متعدد کتابیں تصنیف کی گئی ہیں اور نئے علم کلام کا ایک دفتر تیار ہو گیا ہے لیکن یہ نیا علم کلام دو قسم کا ہے: یا تووہی فرسودہ اور دور از کار مسائل اور دلائل ہیں جو متأخر اشاعرہ نے ایجاد کیئے تھے یا یہ گیا ہے کہ یورپ کے ہر قسم کے معتقدات اور خیالات کو حق کا معیار قرار دیا

ہے اور پھر قرآن و حدیث کو زبردستی کھینچ تان کر ان سے ملا دیا ہے۔
پہلا کورانہ تقلید اور دوسرا تقلیدی اجتہاد ہے ، اس لئے میں نے ان تصنیفات سے بالکل قطع نظر کی ہے " (۳) .

علامہ فرید وجدی مصری کی مشہور عربی تالیف کے حوالے شبلی (۴) نے اپنی کتاب میں دیئے ہیں ۔ بلکہ جس طرح ,, شعر العجم ہ کی بعض سوانحی اغلاط (۵) کی ذمہ داری دولت شاہ سمرقندی کے تذکرۃ الشعراء پر ڈالی جا سکتی ہے ، علم الکلام کے تسامحات بھی فرید وجدی کی کتاب کے پیدا کردہ ہیں ۔ ہندوستان کے جن مصنفین کی طرف شبلی نے اشارہ کیا ہے ، ممکن ہے کہ وہ مولوی چراغ علی (وفات ۱۸۹۵ء) اور سید احمد خان (وفات ۱۸۹۸ء) ہوں ۔

علامہ شبلی بڑے منظم اور باہمت مصنف تھے جو بعض موانع و مشکلات اور کثرت مشاغل کے باوجود مؤرخین ، سیرت نگاروں، محققین ، مفکرین اور اردو و فارسی کے شعراء کے زمرے میں اپنا نام جلی حروف کے ساتھ لکھوا گئے ، مگر ان کے کئی تصنیفی منصوبے ناتمام رہے ہیں ۔ مثلاً المامون کے ابتدائیہ میں انہوں نے لکھا تھا (۶) کہ وہ حضرت عمرؓ فاروق، خلیفہ مامون الرشید عباسی خلیفہ ولید بن عبدالملک ملک شاہ سلجوقی ، نور الدین محمود زنگی ، صلاح الدین ایوبی ، عبدالرحمن اندلسی ، سیف الدولہ ، سلیمان اعظم عثمانی اور یعقوب موحدی اندلسی کی سوانح عمریاں ,, ہیروز آف اسلام " کے سلسلے کے تحت لکھنے کا عزم جزم رکھتے ہیں ، لیکن بعد میں صرف پہلی دو سوانح عمریاں لکھ کر وہ اس کام سے منحرف ہو گئے ۔ علم کلام کے سلسلے میں بھی وہ ,علم والکلام, کے نام سے ,علم الکلام, اور الکلام, کے بعد اس سلسلے کی تیسری کتاب لکھنے کے آرزومند تھے ، مگر بعد کے مشاغل اور جھمیلوں نے انہیں یہ کتاب لکھنے سے باز رکھا جیسا کہ ان کے درج ذیل بیان سے پتہ چلتا ہے .

,, مذہب اسلام تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے : عقائد ، عبادات اور اخلاق ۔ عقائد میں اصل الاصول دو ہیں ۔ وجود باری اور نبوت ۔ اس کتاب میں ان ہی دو اصولوں سے بحث ہے ۔ باقی مباحث تبعاً وضمناً آگئے ہیں ۔ قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونا ، مہمات عقائد میں سے ہے لیکن اس کے لئے ایک مستقل تصنیف درکار ہے ۔ اس لئے اس حصے میں میں نے اس سے بحث نہیں کی بلکہ اس کو ایک مستقل کتاب کے لئے اٹھا رکھا ہے جو ,, الکلام ،، کا دوسرا حصہ ہوگا اور جس کا نام ,, علوم القرآن ،، ہوگا ۔ عبادات اور اخلاق کا بیان بھی اس کتاب میں آ جائے گا ۔ اس طرح علم کلام کا سلسلہ تین جلدوں میں پورا ہو جائے گا ۔ متکلمین کی سوانح عمریاں اس سلسلے سے الگ ہیں (۷) .

عبارت بالا سے مترشح ہے کہ شبلی علم کلام اور اس کے متعلقات کے بارے میں چار کتابیں لکھنا چاہتے تھے ۔ علم الکلام ، الکلام ، علوم القرآن اور سوانح متکلمین ، مگر انہوں نے صرف پہلی دو جلدیں ہی لکھی ہیں ۔ مگر ,, الغزالی ،، اور ,, سوانح مولانا روم ،، ملا کر کلامی سلسلے کی کتابوں کی تعداد چار ہو جاتی ہے ۔

تصانیف شبلی کے کلامی سلسلہ کی ایران اور افغانستان میں خاصی قدر و منزلت رہی ہے ۔ یوں تو شبلی کے کئی فکر انگیز مقالے اور ان کی کئی دوسری کتابیں جیسے شعر العجم اور الفاروق فارسی میں ترجمہ ہوئی ہیں ، مگر کلامی کتب کی طرف ارجاع ان سے زیادہ نظر آتا ہے ۔ ,,الغزالی،، جزواً فارسی میں ترجمہ ہوئی ہے مگر ,, سوانح مولانا روم ،، اور ,, علم الکلام والکلام ،، پوری کی پوری فارسی میں منتقل ہوئی ہیں ۔ برصغیر میں بھی مولوی چراغ علی ، سید احمد خان اور علامہ اقبال کے علاوہ متأخرین میں جس شخصیت کے کلامی افکار کو مورد بحث بنایا جاتا رہا ، وہ شبلی ہی ہیں بلکہ فقہی امور میں شبلی کے جدت آمیز افکار (۸) اور تفکر اسلامی (۹)

میں ان کے ابتکارات پر بھی توجہ ہو رہی ہے ، مگر ہمارے خیال میں علم کلام کی ترتیب نو اور اس علم کو معاصر فکری چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے قابل بنانے کے سلسلے میں علامہ شبلی نے خوب خوب توجہ دلائی ہے اور بعد میں فکر اقبال بڑی حد تک اس نہج پر گام زن نظر آتی ہے۔ ذیل کا اقتباس شبلی کے درد دل کو بخوبی واضح کر دیتا ہے :

,,دولت عباسیہ میں جب یونان اور فارس کے علمی ذخیرے عربی زبان میں آئے اور تمام قوموں کو مذہبی مباحثات و مناظرات میں عام آزادی دی گئی ، تو اسلام کو ایک بڑے خطرے کا سامنا پیش آیا۔ پارسی، عیسائی ، یہودی اور زنادقہ ہر طرف اٹھ کھڑے ہوئے اور فتوحات اسلام کے آغاز میں ان کو جو صدمہ ، اسلام کی تلوار سے پہنچ چکا تھا ، اس کا انتقام قلم سے لینا چاہا ۔ عقائد و مسائل اسلام پر اس آزادی اور بے باکی سے نکتہ چینیاں کیں کہ ضعیف الاعتقاد مسلمانوں کے اعتقادات متزلزل ہو گئے .... عباسیوں کے زمانے میں اسلام کو جس خطرے کا سامنا ہوا تھا آج اس سے کچھ بڑھ کر اندیشہ ہے۔ مغربی علوم گھر گھر پھیل رہے ہیں اور آزادی کا عالم ہے کہ پہلے زمانے میں حق کہنا اتنا سہل نہ تھا جتنا آج ناحق کہنا (۱۰) مذہبی خیالات میں عموماً بھونچال سا آگیا ہے۔ نئے تعلیم یافتہ بالکل مرعوب ہو گئے ہیں اور قدیم علماء عزلت کے دریچے سے کبھی سر نکال کر دیکھتے ہیں تو مذہب کا افق غبار آلود نظر آتا ہے .... مگر قدیم علم کلام کا جو حصہ آج بیکار ہے ، پہلے بھی ناکافی تھا اور جو حصہ اس وقت بکار آمد تھا ، آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گا کیونکہ کسی شے کی صحت اور واقفیت ، زمانہ کے امتداد و انقلاب سے نہیں بدلتی۔ اس بنا پر مدت سے میرا ارادہ تھا کہ علم کلام کو قدیم اصول اور موجودہ مذاق کے موافق مرتب کیا جائے ,,(۱۱) ۔

اوپر کے اقتباس سے واضح ہے کہ شبلی علم کلام کے ذریعے مغربیت کے فتنے کا مقابلہ کرنے کی طرف متوجہ تھے اور اس کام میں ان کی روش ,, قدیم اصول اور موجودہ مذاق ,, کے کلمات سے واضح ہو جاتی ہے۔ انھوں نے بالعموم نو اعتزالیوں اور فکری متجددین کے طریقے سے اجتناب کیا اور سلفی طریقہ کے پیرو رہے۔ علم کلام کے ان کے مباحث مولوی چراغ علی، سید احمد خان اور علامہ اقبال کے مباحث سے متفاوت رہے۔ پہلے دو بزرگ عقلی قیاسات اور موجودہ سائنسی علوم کے اکتشافات سے اسلامی علم کلام کو ہم آہنگ کرنے میں کوشاں رہے مگر اقبال اعتقادات اور ایمانیات کے عملی پہلوؤں پر متوجہ رہے ہیں (۱۲)۔ شبلی ایک ارتقاء پسند مصنف تھے اور انھوں نے اپنی کلامی کتب کو بے حد ناقص بتایا ہے۔ بعض دوسرے حضرات بھی ان کتب کے طرح طرح کے نقائص بتاتے رہے ہیں۔ مثلاً یہ کہ کلامی کتب کا جھنجٹ شبلی کی دیگر تصنیفات کی تخلیق میں مخل رہا ہے (۱۳) ان میں اشعری عقائد کی بھرمار ہے اور ماتریدی (حنفی) عقائد کی کمی ہے جو ,, نعمانی ,, کے شایان شان نہ تھی (۱۴)۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ شبلی کی یہ کتب اس وقت تک اپنی اہمیت کم نہ ہونے دیں گی جب تک ان موضوعات پر ان سے بہتر کتابیں عالم وجود میں نہ آئیں۔ بلکہ علم الکلام اور ,, الکلام ,, میں شبلی نے اسلام کی فکری تاریخ کے ہزار سالہ مباحث اور بیسیوں مصنفین کے افکار جس دلآویز، فصیح و بلیغ اور موجز انداز میں سموئے اور اپنی مخصوص ادبی چاشنی کو قائم رکھا، ان کے اعتبار سے بھی ان کتابوں کی اہمیت ہمیشہ باقی رہے گی۔ مصنف کو البتہ جہاں ان کتابوں کے ناقص ہونے کا احساس تھا، وہاں وہ مسلمانوں کو ان کے علم کلام کے ضعف و اضمحلال کے تاریخی عوامل سے بھی آگاہ کرتے رہے ہیں:
ترک اپنے زور اور قوت کی وجہ سے تمام عالم پر چھا گئے لیکن جس

قدر ان کے دست و بازو قوی تھے اسی قدر دل و دماغ ضعیف تھا ۔ مذہبی علوم سے وہ بالکل عاری تھے اور اس وجہ سے حکومت میں مذہب کا جو حصہ ملا ہوا تھا ، اس سے ان کو دست بردار ہونا پڑا ۔ وہ نہ امامت کر سکتے تھے ، نہ خطبہ دے سکتے تھے نہ کسی مسئلے پر رائے قائم کر سکتے تھے ۔ اس بنا پر مذہبی حکومت فقہاء کے ہاتھ میں آ گئی ۔ یا یہ حالت تھی کہ ,, خلق قرآن " کے مسئلہ پر مامون الرشید نے تمام علماء کو مناظرہ کی دعوت دی اور شرط کی کہ کوئی شخص مجھ کو قائل کر دے تو میں اپنے عقیدے سے باز آجاؤں ، یا یہ حالت ہوئی کہ محمود غزنوی نے جب تحقیق حق کے لئے حنفیہ اور شافعیہ میں مناظرہ کرایا ، تو ثالثی کے لئے ایک عربی دان عیسائی کو طلب کرنا پڑا ۔ غرض ترکوں کا زور پکڑنا تھا کہ علم الکلام میں ضعف آ گیا ۔ خیالات کی آزادی دفعۃً رک گئی اور عقلی روشنی بالکل ماند پڑگئی ۔ علم کلام کے ناقص رہنے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہوئی کہ خیالات کا آزادی سے ظاہر کرنا ممکن نہ تھا ۔ دولت عباسیہ کے آزادی پسند ہونے کی ہم تعریف کر آئے ہیں لیکن یہ آزادی صرف حکومت تک محدود تھی ۔ عوام کا ہر زمانہ میں یہ حال رہا کہ جو بات ان کے فہم اور خیال سے باہر ہوتی تھی ، اس کے اظہار پر وہ جان کے دشمن بن جاتے تھے ۔ سلطنت کی روک تھام سے صرف اس قدر ہو سکتا تھا کہ کسی کی جان کو خطرہ نہ پہنچنے پائے لیکن صرف اس بندش سے کیا کام چل سکتا تھا ۔ عوام جس کو چاہتے تھے، مردود عوام کر سکتے تھے ، سب و دشنام دے سکتے تھے، آرام و راحت سے زندگی بسر کرنے میں خلل انداز ہو سکتے تھے ۔ اس سے بڑھ کر یہ آفت تھی کہ ظاہر پرست فقہا بھی عوام کے ساتھ ہو جاتے تھے اور کفر کے فتوؤں سے انسان کا زندہ رہنا مشکل کر دیتے تھے ...(۱۵) "

مسلمانوں کے علم کلام کے ناتمام رہنے کی جو وجوہ شبلی نے گنوائی ہیں ، وہ ان کے ایک بالغ نظر عمرانی مؤرخ ہونے کا ثبوت ہیں ۔

کتابوں پر ایک کلی نظر :

جیسا که ذکر هوا ، خاص علم کلام کے ضمن میں علامه شبلی نے علم الکلام اور الکلام نام کی کتابیں لکھی هیں جنهیں اب ناشرین کتب یکجا کرکے چھاپ رهے هیں ۔ مگر الغزالی اور سوانح مولانا روم بھی کلامی سلسلے سے منسلک کتابیں هیں اور ان چاروں کتابوں کے مباحث ایک دوسرے سے مربوط هیں ۔ الغزالی اور علم الکلام ایک ساتھ لکھی جاتی رهی هیں اس لئے ان دونوں کے بعض موضوعات مشترک هیں مثلاً امام غزالی کے کلامی افکار کا امام ابوالحسن اشعری (وفات ۳۲۴ھ) کے کلامی افکار کے طور پر شهرت پانا اور غزالی کے مخالف اشاعره خیالات کا اشعری افکار بن جانا دونوں کتابوں (۱۶) میں مذکور هے ۔ علم الکلام میں شبلی ,, الغزالی ،، کا حواله بھی دیتے هیں جس سے اس مؤخر الذکر کتاب کا علم الکلام پر تقدم زمانی واضح هو جاتا هے ۔ سوانح مولانا روم کچھ بعد میں لکھی گئی ، مگر علم الکلام اور الکلام رومی کے ذکر سے خالی نهیں ۔ ,,الکلام،، میں نبوت کی تصدیق ، شرع اور عقل کی مطابقت اور عالم محسوسات کے سلسلے کی ایک بحث (۱۷) کے ضمن میں مثنوی رومی کے اقتباسات ضروری توضیحات کے ساتھ دیکھے جا سکتے هیں ، اور شبلی رومی کو ,, عظیم راز دان شریعت ،، قرار دیتے هیں ۔

علم الکلام :

اس کتاب کی ابتداء میں ,, علم کلام ،، کے وجود میں آنے کے اسباب ، اختلاف عقائد اور ان کی وجوه سے بحث هے ۔ اس کے بعد شواهد اور منقولات کے ساتھ ، علم کلام کے عروج و زوال کی داستان هے ۔ شبلی لکھتے هیں که تحریر ، تقریر اور بحث و مناظره کی آزادی کے ادوار میں اس علم کو عروج ملتا رها مگر استبداد و تحکم

کے زمانوں میں لوگ اظہار عقائد کی جرأت بہت کم کر سکے ہیں ۔ شبلی نے گوَ اسپین اور برصغیر ہند میں (حضرت شاہ ولی اللہ الدھلوی کے ذکر کے ذریعے) بھی علم کلام کے رجحانات کا مختصر ذکر کیا مگر ان کے مباحث کا بیشتر حصہ عرب ممالک اور ایران کے علماء کی سرگرمیوں کے لئے وقف رہا ہے۔ انھوں نے تاریخی طور پر علم کلام کی ترقی کو تین ادوار میں منقسم کیا ہے :

۱ ۔ عصر عباسیہ سے پانچویں صدی ھجری تک ، جس میں اشاعرہ و معتزلہ کے عقائد کا رواج و تداول ھوا ۔

۲ ۔ اشاعرہ کے عقائد کے عروج کا دور ، جس میں امام محمد غزالی ، محمد بن عبدالکریم شہرستانی (وفات ۵۴۸ھ)، امام محمد بن عمر فخر الدین رازی (وفات ٦۰٦ ھ) ، علامہ ابوالحسن علی سیف الدین آمدی (وفات ٦۳۱ھ) اور مولانا جلال الدین محمد رومی جیسے باکمال پیدا ھوئے جن کے فکر انگیز مباحث نے علم کلام کو بام عروج تک پہنچایا ۔ شبلی نے ماتریدی علم کلام یعنی حنفیوں کے خاص عقائد پر مختصر طور پر لکھا ہے۔ یاد رھے کہ ماتریدیہ امام محمد ماتریدی سمرقندی (وفات ۳۳۳ھ) سے منسوب ھیں ۔ اس دور کے کلامی عقائد کے ضمن میں مصنف نے ملاحدہ ، باطنیہ اور فلاسفہ کے مختلف گروھوں کے خلاف اسلامی افکار کا ذکر کیا اور اسلامی عقائد کا دفاع بھی کیا ہے۔

۳ ۔ چھٹی سے بارھویں صدی ھجری تک کا دور جس میں ابن رشد اندلسی (وفات ۵۹۵ھ) ، امام احمد ابن تیمیہ حرانی (وفات ۷۲۸ھ) اور شاہ ولی اللہ دھلوی (وفات ۱۱۷۶ھ) نے خصوصاً نئے نئے کلامی مسائل کی طرف توجہ کی اور عقائد اسلام کی نئی تعمیرات اور توجیہات بتائی ھیں ۔

مذکورہ ادوار کے ذکر میں شبلی نے یوں تو سب ھی مصنفین کے

افکار اور ان کی تصانیف کے حوالے دیئے ، مگر امام غزالی اور امام رازی کا بیان سب سے زیادہ ہے۔ اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ دھلوی کے اقوال و افکار کا (ضخامت کتاب کے اعتبار سے) درجہ آتا ہے۔ ,, الغزالی ،، کی تصنیف کے ضمن میں امام موصوف کی اکثر کتابیں شبلی کے پاس تھیں ۔ امام غزالی کی چودہ کتابوں کا ذکر شبلی نے اپنے منابع و مآخذ میں کیا جبکہ امام رازی کی چار کتابوں کے حوالے ملتے ھیں ۔

علم الکلام میں حکمائے اسلام یعنی فلسفی متکلمین کا ذکر بھی آیا ہے۔ اس حصے میں شبلی نے ابویوسف یعقوب الکندی (وفات تقریباً ۲۵۸ ھ) ، ابو نصر محمد الفارابی (وفات ۳۳۹ ھ)، احمد ابن مسکویہ (وفات ۴۲۱ ھ)، شیخ بو علی ابن سینا (وفات ۴۲۸ ھ) اور شیخ اشراق شہاب الدین مقتول (وفات ۵۸۷ ھ) کے وجود باری تعالی اور حقیقت روح و وحی کے بارے میں متکلمانہ اور فلسفیانہ افکار پر ناقدانہ بحث کی ہے۔

علامہ شبلی کے پاس عربی میں شائع ہونے والی جدید کتب اور مجلات وافر مقدار میں آتے تھے ۔ علم کلام کے سلسلے میں انھوں نے ۱۸۹۲ء اور ۱۸۹۸ء میں عرب ممالک میں شائع ہونے والی بعض عربی کتابوں کے حوالے (۶۸) دے کر اپنے قدیم و جدید تر مآخذ سے آگاہ ہونے کی طرف غیر شعوری طور پر اشارہ کر دیا ہے۔

دلآویز محاکمے :

علامہ شبلی ,, یک سر و ھزار سودا ،، کے مصداق ھی نہ تھے ، ایک نکتہ سنج ادیب اور مؤرخ بھی تھے ۔ اس لئے ,, علم الکلام ،، میں انھوں نے دلچسپ تبصرے لکھے اور نقد و نظر کا کام بھی ساتھ ساتھ لیا ہے مثلاً :

ایک جگہ (صفحہ ۲۵) وہ لکھتے ہیں کہ بعض عقائد مثلاً جبر و قدر میں اختلاف سیاسی وجوہات کی بناء پر ہوا کیونکہ عصر بنو امیہ خصوصاً حجاج بن یوسف کی گورنری کے سفاکانہ زمانے میں عمال لوگوں کو آمنا بالقدر خیرہ و شرہ کا خوب ورد کروایا کرتے تھے ۔

علم کلام کے ناقص رہ جانے کی وجوہ یعنی تکفیر و تعذیب بلکہ ترکوں کے ہاتھوں جان کے خطرے کے بیان پر مبنی اقتباس ہم پہلے نقل کرچکے ہیں۔ شبلی لکھتےہیں کہ امام محمدالغزالیایسے شخص نے بھی عوام کی خاطر کتب میں کچھ لکھا اور خواص کی خاطر تصنیفات میں کچھ (علم الکلام صفحہ ۵۱، ۱۲۰ اور الکلام صفحہ ۲۸۸) علامہ ابن خلدون (وفات ۸۰۸ھ) نے اپنے مشہور عالم ,,المقدمہ،، میں لکھا ہے کہ امام غزالی کے عہد تک علم کلام میں فلسفے کی آمیزش نہ تھی اور غزالی نے پہلی بار ان علوم کو متحد و مخلوط کیا ۔ شبلی اس بیان کی تردید کرتے ہیں اور امام غزالی سے پہلے (صفحہ ۱۳۱ علم الکلام) فلسفہ و کلام کے اختلاط کا حوالہ دیتے ہیں ۔

شاہ ولی اللہ دھلوی شبلی کی نظر میں سب سے بڑے متکلم اسلام ہیں (صفحہ ۸۷) کیونکہ انہوں نے دین اسلام کے احکام و اوامر کی حقیقت سمجھائی ہے حالانکہ ان کے عہد تک دوسروں نے صرف عقائد کے دفاع میں زور قلم صرف کیا تھا ۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ علم کلام یونانی فلاسفہ کے افکار کے زیر اثر وجود میں آیا ۔ علامہ شبلی اس بات کی مدلل تردید کرتے ہیں۔ البتہ وہ لکھتے ہیں کہ کئی متکلمین اسلام نے یونانی افکار کو سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ یہ لوگ نہ جانتے تھے اور عربی تراجم کی صحیح تفہیم اور استنتاج سے وہ قاصر رہے ۔ اس سلسلے میں فارابی ، ابن سینا اور ابن رشد کے بعض نتائج فکر کاوہ حوالہ دیتے

هیں اور افلاطون کے عالم مثال ، افلاطون و ارسطو کا جزا و سزا سے انکار ، ان کا انکار معجزات ، عقل فعال کی تخلیق اولین اور خدا کے موجود بالذات ہونے وغیرہ کے بارے میں یونانی فلاسفہ سے منسوب عقائد و افکار کا انہوں نے حوالہ دیا ہے (صفحہ ۱۲۳ ـ ۱۲۷) ـ

شبلی نے بعض متاخرین متکلمین کی غلطیاں بھی گنوائی ہیں جیسے یہ خیال کہ کلام باری واحد محض ہے اور اس میں کثرت نہیں ہے یا قدم وحدوث کی بحث جس میں خدائے قدیم کے ساتھ اشیاء و موجودات حادث کا ارتباط ناممکن دکھایا گیا ہے۔(صفحہ ۱۴۳) ـ

الـــکلام :

یہ کتاب ,, علم الکلام ،، کا حصہ دوم ہے۔ جیســا کــہ پہلـے اشارہ ہوا ، الکلام قدیم علم کلام کی جدید تعبیر پر مبنی ہے ـ ڈاکٹر سید عابد حسین مرحوم نے لکھا تھا : ,, شبلی نے قدیم میں کوئی ترمیم نہ کی صرف تاویل نو پر اکتفا کیا ہے ،،(۱۹) ـ ,, الکلام ،، میں دین کی ضرورت ، دین اسلام کا دیگر مذاہب کے ساتھ تقابل اور اس کی برتری ، وجود باری تعالی ، ضرورت نبوت ، معجزہ وخرق عادت ، جزا و سزا ، جبر و قدر ، رسالت نبی خاتمؐ اور بعض اسلامی تعلیمات جیسے اسلام کا تصور مساوات ، عورتوں کے حقوق ، وراثت کا حیرت انگیز قانون ، اسلام کی سائنسی اور تمدنی ترقی کی حمایت ، دین و دنیا کا تعادل، بے تعصبی و رواداری اور جائز مال و دولت کا فضل خدا ہونا وغیرہ امور پر ایمان افروز بحثیں ملتی ہیں ـ اپنے دلآویز اسلوب اور سحر نگاری سے کام لیتے ہوئے شبلی نے ان مباحث کو خوب خوب چھیڑا ہے ـ موضوعات کے تنوع کے علاوہ، کتاب کا دلچسپ انداز نگارش، قاری کو متوجہ کیئے بغیر نہیں رہتا ۔

آغاز میں (صفحہ ۱٦۲، ۱٦۳) شبلی بتـاتے ہیـں کہ سائنسی

ترقیات اور اسلام میں کوئی تصادم وتباین نہیں ہے مگر بعض مسلمان سائنس سے مرعوب ہو کر خواہ مخواہ اسلام کی سائنسی تعبیر کر رہے ہیں حالانکہ حقائق دین کی نوعیت ابدی ہے اور سائنسی تجربات اور انکشافات ہمیشہ متغیر و منقلب رہتے ہیں۔ شبلیؒ فرماتے ہیں کہ عقل و دین میں بھی کوئی مغایرت نہیں مگر ضروری نہیں کہ ہر کوئی حکمت دین کی عقلی توجیہہ پیش کر سکے۔

,,الکلام ،، کا معتدبہ حصہ وجود باری تعالی اور نبوت کے اثبات کے دلائل کے لئے وقف ہے۔ نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ذکر کرتے ہوئے ,, سیرت النبی ،، جیسی عظیم کتاب کا یہ قابل مصنف یوں رقم طراز ہوتا ہے:

,,نبی کی حقیقت جیسا کہ بیان ہو گیا ، اجزاء ذیل سے مرکب ہے:

خود کامل ہو ، دوسروں کو کامل کر سکتا ہو اور اس کے علوم و معارف اکتسابی نہ ہوں بلکہ من جانب اللہ ہوں۔ یہ تمام باتیں جس کمال کے ساتھ آپؐ کی ذات مبارک میں موجود تھیں کیا ابتدائے آفرینش سے آج تک اس کی کوئی نظیر مل سکتی ہے؟ غور کرو ، وہ شخص جس نے کسی قسم کی ظاہری تعلیم نہ پائی ہو ، جس نے آنکھ کھول کر اپنے گردوپیش بت پرستی کے سوا اور کچھ نہ دیکھا ہو ، جس کے کانوں میں ناقوس کے سوا اور کوئی آواز نہ آئی ہو ، اور جس نے الٰہیات ، اخلاق ، اصول معاشرت اور قانون تمدن کے متعلق ایک حرف بھی کسی سے نہ سنا ہو۔ وہ دفعۃً منظر عام پر آئے اور ایک طرف تو فلسفہ اخلاق ، تزکیہ روح ، الٰہیات ، معاد ، قانون معاشرت اور اصول تمدن کے وہ دقائق اور نکات بتائے جو کسی حکیم کسی فلسفی ، کسی مقنن اور کسی پیغمبر نے کبھی نہیں بتائے تھے اور دوسری طرف تمام قوم کی قوم میں ، جو اس وقت جہالت و وحشت ، جور و ظلم ، فسق و فجور اور سفاکی کی خونریزی میں

ڈوبی ہوتی تھی ، پاکیزہ اخلاق اور سچائی کی وہ روح پھونک دے کہ دفعۃً ان کی کایا پلٹ جائے ۔ یہ بجز محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور کون ہو سکتا ہے ؟ (۲۰)

جبرو قدر یعنی انسان کے مجبور یا مختار ہونے کی مشکل بحث میں شبلی فرماتے ہیں کہ انسان کو خدا نے کافی حد تک اپنی سرنوشت کا مختار کل بنایا ہے مگر اسے اس حد تک مجبور بھی رکھا ہے کہ اس کا ایمان الحاد میں نہ بدل جائے ۔ تاریخ اسلام مظہر ہے کہ صحابہ کرامؓ اللہ کا نام لے کر متحیر العقول کارنامے انجام دیتے رہے اور کبھی مجبوری تقدیر کے شاکی نہ ہوتے تھے ۔

,,عیسائی اکثر طعنہ دیتے ہیں کہ مسلمانوں میں جو کاہلی اور پست ہمتی پائی جاتی ہے ، وہ اسی مسئلہ قضا و قدر کا اثر ہے اور اس لئے اس مسلمانوں کا تنزل خود ان کے مذہب کا لازمی نتیجہ ہے .... اس اعتراض کو اگرچہ توکل پیشہ علماء اور صوفیہ نے اپنے طرز عمل سے قوی کر دیا ہے لیکن درحقیقت یہ اعتراض بالکل لغو ہے ۔ اس کا سرسری جواب تو یہ ہے کہ یہی قضا و قدر کا اعتقاد تھا جس کی بدولت صحابہؓ میں سے ایک ایک شخص ہزاروں آدمیوں کے دل میں گھس جاتا تھا اور سینکڑوں کو خاک میں ملا کر صحیح و سلامت نکل آتا تھا ۔ اگر آج اس جوہر کو ہمارے علماء اور صوفیہ اپنی شکستہ پائی اور کاہلی کے لئے استعمال کرتے ہیں تو اس میں اسلام کا کیا قصور ؟ ....

,, توکل پیشہ علماء اور صوفیہ ،، کی جس روش کی شبلی نے یہاں شکایت کی ہے ، اس شکایت کو بعد میں علامہ اقبال نے زیادہ موثر لب و لہجے میں بیان کیا اور فرمایا ہے :

ہر کہ در قعر مذلت ماندہ است ناتوانی را قناعت خواندہ است

اندازہ ہے کہ اگر شبلی چند سال مزید زندہ رہتے (وفات ۱۸ نومبر

۱۹۱۴ء) تو وہ اقبال کے تصور خودی و تصوف کی حمایت کرتے۔ یہاں تبعاً یہ بات بھی عرض کر دیں کہ جبرو قدر کے سلسلے میں شبلی نے صحابہؓ کی زندگیوں سے جو استشہاد پیش کیا، اقبال نے جاوید نامہ (فلک مشتری) میں اسے حضرت خالدؓ بن ولید کی شکست ناپذیر جنگوں کے حوالے سے زیادہ صریح بنا دیا اور شاید انھوں نے یہ نکتہ شبلی سے ہی لیا ہوگا۔

جبر، دین مآب همت است
جبر مردان از کمال قوت است
پخته مرد ے پخته ترگردد ز جبر
جبر مرد خام را آغوش قبر
جبر خالدؓ عالمے برهم زند
جبر مابیخ وبن ما بر کند

,,الکلام ،، میں شبلی نے ایک بحث یہ پیش کی ہے کہ مسلمانوں کے زوال و انحطاط کا سبب اسلام نہیں جیسا کہ معترضین کہتے ہیں، بلکہ ترک اسلام ہے۔ شبلی کا مدعا یہ ہے کہ مسلمانوں کا اسلام سے تعلق واجبی سا رہ گیا اور اس کے باوجود وہ مسلمانوں کی سی ترقی بھی چاہتے ہیں جو ناممکن ہے۔ اس موضوع پر شبلی کی ایک اردو نظم زیادہ موضح ہے اور ہم اسے نقل کئے دیتے ہیں :

لوگ کہتے ہیں کہ یہ بات ہے اب امر صریح
کہ زمانہ میں کہیں عزت اسلام نہیں
آپ جائیں گے جہاں قوم کو پائیں گے ذلیل
اس میں تخصیص عراق و عرب و شام نہیں
یہ بھی ظاہر ہے کہ ہیں مختلف الحال یہ لوگ
کوئی چیز ان میں جو ہو مشترک عام نہیں
ایشیائی ہے اگر یہ تو وہ ہے افریقی
اور کوئی رابطہ نامہ و پیغام نہیں

لالہ رخ یہ ہے تو زنگی و سیہ فام ہے وہ
یہ سمن بر ہے وہ موزوں و خوش اندام نہیں
اس نے گہوارہ راحت میں بسر کی ہے عمر
وہ کبھی خوگر آسائش و آرام نہیں
وہ ازل سے ہے کمند افگن و شمشیر نواز
اس کو جز عیش کسی چیز سے کچھ کام نہیں
خوان و ایوان سے بھی میسر نہیں ہوتی اس کو
اس کو گر نان جویں بھی ہو تو ابزام نہیں
اس نے یورپ کے مدارس میں جو سیکھے ہیں علوم
وہ ابھی ابجد تعلیم سے بھی رام نہیں
اس قدر فرق و تفاوت پہ ہے عام یہ بات
قوم کا دفتر عزت میں کہیں نام نہیں
پس اگر غور سے دیکھو تو بجز مذہب و دیں
ہم مسلمانوں میں کوئی صفت عام نہیں
ان اصولوں کی بنا پر یہ نتیجہ ہے صریح
سبب پستی اسلام ، جز اسلام نہیں
ان مسائل میں ہے کچھ ژرف نگاہی درکار
یہ حقائق ہیں ، تماشائے لب بام نہیں
غور کرنے کے لئے فکر و تعمق ہے ضرور
منزل خاص ہے یہ رہگذر عام نہیں
بحث ما فیہ میں پہلی غلطی یہ ہے کہ آپ
جس کو اسلام سمجھتے ہیں ، وہ اسلام نہیں
آپ کھانے کو بنا دیتے ہیں پہلے مسموم
پھر یہ کہتے ہیں غذا موجب اسقام نہیں
اعتقادات میں ہے سب سے مقدم توحید
آپ اس وصف کو ڈھونڈیں تو کہیں نام نہیں

کون ہے شائبہ شرک سے خالی اس وقت ؟
کون ہے جس پہ فریب ہوس خام نہیں؟
آستانوں کو زیارت کے لئے شد رحال
اس میں کیا شان پرستاری اصنام نہیں
کیجئے مسئلہ شرک نبوت ، پہ جو غور
کفر میں بھی یہ جہانگیری اوہام نہیں
اب عمل پر جو نظر کیجئے آئے گا نظر
کہ کسی ملک میں پابندی احکام نہیں
اغنیا کی ہے یہ حالت کہ نہیں ہے وہ رئیس
جس کے چہرے پہ فروغ مئے گلفام نہیں
نص قرآن سے مسلماں ہیں بھائی بھائی
اس اخوت میں خصوصیت اعمام نہیں
یاں یہ حالت ہے کہ بھائی کا ہے بھائی دشمن
کون سا گھر ہے جہاں یہ روش عام نہیں
نہ کہیں صدق و دیانت ہے نہ پابندی عہد
دل ہیں ناصاف زبانوں میں جو دشنام نہیں ؟
آیت فاعتبروا پڑھتے ہیں ہر روز مگر
علماء کو خبر گردش ایام نہیں
الغرض عام ہے وہ چیز جو بے دینی ہے
صاف یہ جان ہے ، دھوکا نہیں ابہام نہیں
ان حقائق کی بنا پر سبب پستئ قوم
ترک پابندی اسلام ہے ، اسلام نہیں (۲۱)

شبلی فرماتے ہیں کہ اسلام دین و دنیا میں ایک بے نظیر تعادل کا حامی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ۲۵ جگہ مال کو خدا کا فضل کہا

گیا ہے ، ۲۱ جگہ لفظ خیر سے اس کو موصوف کیا گیا ، ۱۲ جگہ حسنہ کہا گیا ہے اور ۱۲ جگہ رحمت اور مال و دولت کی مذمت کے سیاقات دوسرے ہیں (صفحہ ۳۲۶) ۔ لیکن ,, دولت کی مقدار جس قدر زیادہ افراد میں پھیلے ، اسی قدر زیادہ مفید ہے ۔ متمدن اور وحشی ممالک میں یہی چیز فارق ہے اور اس اصول کا لحاظ صرف اسلام کے قواعد وراثت میں پایا جاتا ہے " (صفحہ ۳٦۹) ۔

دین و دنیا کے باہمی تعلق کے ضمن میں شبلی نے مزید لکھا :

,,اسلام" رہبانیت یا ترک دنیا کا حامی نہیں ۔ البتہ قرآن مجید نے مختلف موقعوں پر دولت و مال کی برائی بھی بیان کی لیکن جب دونوں قسم کے موقعوں کا موازنہ کیا جائے تو صاف نظر آئے گا کہ جس دولت و مال کی برائی بیان کی ہے ، وہ وہ ہے کہ ناجائز ہو یا اسے بے موقع اور بے جا صرف کیا جائے اور اس کی برائی سے کس کو انکار ہو سکتا ہے " ؟ (صفحہ ۳۲۷) ۔

,,الکلام " کے آخر میں دو مفصل ضمیمے ملتے ہیں ۔ یہ نبوت کے بارے میں امام غزالی کی کتاب معارج القدس اور امام رازی کے رسالہ الطالب العالیہ کے عربی اقتباسات (مع اردو تلخیص و ترجمہ) ہیں۔

امام رازی کی فارسی کتاب ,, براهین در علم کلام " (دو جلد مطبوعہ تہران ۱۹٦۲ ، ۱۹٦۴ء) میں بھی یہ مباحث ہیں لیکن شبلی نے اس کا ذکر نہیں کیا ۔ اس کتاب کے ابتدائیہ (صفحہ ۱٦۰ علم الکلام والکلام) میں علامہ شبلی نے لکھا تھا :

,,.... یورپ کے نزدیک کسی مذہب کے عقائد اس قدر قابل اعتراض نہیں جس قدر اس کے قانونی اور اخلاقی مسائل ہیں ۔ ان کے نزدیک تعدد نکاح، طلاق، غلامی اور جہاد کا کسی مذہب میں جائز ہونا ، اس مذہب کے باطل ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اسی بناء پر علم کلام میں اس قسم کے مسائل سے بھی بحث کرنی

ہوگی اور یہ حقہ بالکل نیا علم کلام ہوگا ۔ اہل یورپ کے یہ لغو اعتراضات اب قابل توجہ نہیں ...... تعدد نکاح ,, عدل ،، کے ساتھ مشروط اور طلاق اختلاف زوجین کے خاتمے کا آخری ناگریز چارہ کار ہے۔ اسلام نے غلامی کی تائید نہیں کی بلکہ اسے دنیا سے مٹایا ہے۔

اسلام کے اصلاحی اور دفاعی جہاد کے بارے میں نظریات کسی طرح بھی مورد اعتراض نہیں ہو سکتے اور اگر مسلمانوں کے کسی زمرے سے غلطی ہو گئی ہو ، تو اس سے اسلامی تعلیمات کی تشنیع نہیں کی جا سکتی ..... بہرحال ، ان امور کے بارے میں شبلی ,,الکلام ،، میں نہیں لکھ سکے۔ شبلی کی ان کتابوں میں ان کی دیگر تصانیف کی طرح منطقی ترتیب ابواب نہیں مثلاً عقائد پر لکھتے لکھتے وہ بات کو ناتمام چھوڑ کر عبادات یا اخلاق (معاملات) پر آ جاتے ہیں ۔ پھر وہ ملاحدہ و منکرین کے اعتراضات مفصل صورت میں نقل کرتے ہیں ، اور اکثر موارد میں ان کے جوابات مختصر لکھتے ہیں ۔ پھر بھی یہ چند خامیاں ان کتابوں کی اہمیت کم نہ کر سکیں گی ۔ ان کتابوں کے وہ حصے جن میں اشاعرہ ، معتزلہ اور حکمائے اسلام کے مسالک کا موازنہ کیا گیا ہے یا جن مقامات پر تعلیمات اسلام کی منفرد جھلک دکھائی گئی ہے (مثلاً ملاحظہ ہو خالص توحید کا بیان) وہ حصے خصوصیت کے ساتھ دلآویز ہیں ۔ مجموعی حیثیت سے شبلی کی علم کلام کو متعارف کروانے اور اس کی ترتیب و تشکیل نو کی کوشش لائق تحسین ہے اور اس کوشش کی روشنی میں تعلیمات اسلام کی ابدیت کا اثبات کرتے رہنے کی ضرورت ہمیشہ مسلمہ رہے گی ۔

نگاہ باز گشت :

سید علی عباس جلالپوری ,, علم الکلام والکلام ،، کے تاریخی

تسامحات گنواتے ھیں، خصوصاً علم کلام کی تاریخ کے آغاز کے سلسلہ میں (۲۲) مگر اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا ۔ ,, المامون ،، اس بات کی مظہر ہے کہ شبلی کو اعتزالی افکار سے زیادہ دلچسپی تھی مگر ,, الغزالی ،، دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ شبلی کے نزدیک فکر انگیز علم کلام کے مؤسس امام محمد الغزالیؒ تھے ۔ ڈاکٹر سید محمد عبد اللہ شبلی کے کارناموں پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ھیں :

,, وہ علوم اسلامیہ کے ماھر تھے اور قدرت کی طرف سے مجتہدانہ صلاحیتیں لے کر آئے تھے ۔ میری رائے میں ان کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے قدیم علوم سے دلچسپی پیدا کی اور روایات تاریخ کو نئے ماحول میں زندہ کرتے ہوئے ھندوستان میں ایک زندہ اور جاندار علمی تحریک کی بنیاد رکھی ۔ نئی قومی زندگی کے پیدا کرنے اور اس کی صحیح تاریخی بنیادوں پر قائم کرنے میں شبلی کا بہت بڑا حصہ ہے ،، (۲۳) .

پروفیسر ڈاکٹر عالم خوندیری جو جامعہ عثمانیہ دکن میں فلسفے کے پروفیسر ھیں ، وہ شبلی کا ایک اھم کارنامہ ,, عقلیت ،، کی فکری حمایت بتاتے ھیں :

,,.... شبلی نے انتہائی ذھانت کے ساتھ الفاظ کا احسان اٹھائے بغیر اس اھم فلسفیانہ حقیقت کی طرف بار بار اشارہ کیا ہے کہ غیر معقول یا مخالف عقل (۲۴) طرز تفکر (یہ اصطلاح یہاں فلسفیانہ معنی میں استعمال کی گئی ہے) آخر تک قائم نہیں رکھا جا سکتا ۔ بڑے سے بڑے مخالف عقل حکیم یا فلسفی بھی بہت جلد اپنے غیر عقلی انداز فکر یا مخالف عقل راھگذر (۲۵) سے دست بردار ہونے پر مجبور ھو جاتا ہے ۔ اسلامی فکری تاریخ میں غزالی و رازی اس کی بہترین مثال فراھم کرتے ھیں جو مستقل طور پر اشاعرہ کے غیر عقلی نقطہ نظر سے (۲۶) یکساں طور پر نباہ نہ کر سکے ۔ جدید فلسفہ میں

مخالفین عقل کے امام ,, برگسان ,, کا مطالعہ اس بات کی گواہی دے گا یا پھر اقبالؒ کے کلام اور ان کے خطبات کا تقابلی مطالعہ اس بات کی شہادت دے گا کہ عقل صرف تخمین و ظن نہیں ہے بلکہ حقیقت کو دوسروں تک پہنچانے کا واحد ذریعہ ہے ،، (۲۷) .

شبلی کے سلسلہ کلامی کی کتب اس بات کی غماز ہیں کہ وہ عقل کے ہی نہیں ، بلکہ وجدان کے بھی قائل ہیں بلکہ دونوں کے امتزاج کے حامی اور مؤید بھی ۔ یہاں بحث کو مزید مطول بنانے سے گریز کرتے ہوئے اسی پر اکتفا کریں گے کہ شبلی کے متعدد موضوعات میں سے ایک اہم موضوع علم کلام ہے .

یک سر و صد گونه سودائے نہانے داشتم
یاد آن روزے که من بلاخود جہانے داشتم (۲۸)

منابع و حواشی

۱ ۔ علم الکلام اور الکلام مطبوعہ مسعود پبلشنگ ہاؤس کراچی ۱۹۶۳ء ، صفحہ ۱۱۸.
۲ ۔ ایضاً صفحہ ۳۵ و ۳۶
۳ ۔ صفحہ ۱۷ و ۱۸
۴ ۔ مثلاً صفحہ ۱۵۵ ۔ اس امر پر مولانا عبد الماجد دریا آبادی مرحوم کے انتقاء کیلئے دیکھیں ڈاکٹر شیخ محمد اکرام کی یادگار شبلی (ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۷۱ء) ، صفحہ ۲۶۹، ۲۷۰ .
۵ ۔ ان اغلاط میں سے بعض پر پروفیسر حافظ محمد شیرانی نے ,, تنقید شعر العجم ،، کے عنوان سے اپنے مقالات میں گرفت کی تھی اور اس سے قبل ایران اور افغانستان میں شعر العجم کا فارسی ترجمہ شائع ہونے پر ایرانی محققین نے بھی ,, ارمغان ،، رسالے میں انتقادات لکھے تھے ۔
۶ ۔ المامون (حصہ اول و حصہ دوم) مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۹۷۲ صفحہ ۱۲ ، ۱۳ .
۷ ۔ علم الکلام والکلام ۵۷
۸ ۔ دیکھیں مسز مہر افروز مراد کی کتاب Intellectual Modernism of Shibli Numani (ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور) ۱۹۷۶ء .
۹ ۔ شبلی ادیبوں کی نظر میں ، مرتبہ محمد واصل عثمانی کراچی ۱۹۶۸ء صفحہ ۲۶۰ مقالہ از پروفیسر عالم خوندیری : اسلامی فکر کی تشکیل جدید میں شبلی کا حصہ
۱۰ ۔ علم الکلام والکلام صفحہ ۹۵ ، ۱۶

۱۱ ـ ایضاً صفحہ ۱۳

۱۲ ـ دیکھیں مقالات یوم اقبال (۱۹۳۸ء) لاہور میں مولانا سید سلیمان ندوی ـ مولانا عبد السلام ندوی کا مقالہ : ڈاکٹر اقبال کا علم کلام .

۱۳ ـ ماہنامہ ادبی دنیا لاہور جنوری ۱۹٦۷ء مقالہ از عبد العزیز کمالی .

۱۴ ـ حیات شبلی مرتبہ مولانا سید سلیمان ندوی أعظم گڑھ ۱۹۴۳ء صفحہ ۳۷۱

۱۵ ـ علم الکلام والکلام صفحہ ۱۷۲، ۱۷۳

۱٦ ـ ایضاً صفحہ ۵۸ اور الغزالی (عرفان پبلشرز صدر بازار لاہور کینٹ سال ندارد) صفحہ ۱٦۷

۱۷ ـ علم الکلام والکلام صفحہ ۲۲۹ ، ۳۰۲ ، ۳۰۵

۱۸ ـ ایضاً صفحہ ۲۳۳

۱۹ ـ مولانا شبلی کا مرتبہ اردو ادب میں مرتبہ عبد اللطیف اعظمی ، دھلی (شبلی اکادمی) ۱۹۴۵ ء صفحہ ۱ (پیش لفظ) .

۲۰ ـ علم الکلام والکلام صفحہ ۲۳۸

۲۱ ـ کلیات شبلی اردو طبع سوم ۱۹۳۰ء صفحہ ۳۹ ، ۵۰

۲۲ ـ اقبال کا علم کلام لاہور (مکتبہ فنون) ۱۹۷۲ء صفحہ ۲۳

۲۳ ـ مقالات یوم شبلی مرتبہ خان عبد اللہ خان ، لاہور ۱۹٦۱ء صفحہ ۵

۲۴ ـ Irrational or anti — Rational

25 — Anti — Rational approach

26 — Consistently.

۲۷ ـ شبلی ادیبوں کی نظر میں ، کراچی ۱۹٦۸ء (صفیہ اکیڈمی) صفحہ ۲٦۰ ، ۲٦۱

۲۸ ـ کلیات فارسی شبلی نعمانی مرتبہ ڈاکٹر محمد ریاض ، اسلام آباد (مرکز تحقیقات فارسی ۱۹۷۷ء صفحہ ۹۱ .

*****

70

REPRINTS ARE AVAILABLE

(1) Dr. Fazl-ur-Rehman:
Islamic Methodology in History. *Rs.* 45/-

(2) Prof. Mazheruddin Siddiqui :
Quranic Concept of History. *Rs.* 50/-

(3) Dr. Ahmad Hasan :
The Doctrine of Ijma in Islam. *Rs.* 65/-

(4) Dr. M.K. Masud :
Islamic Legal Philosophy. *Rs.* 75/-

(5) Dr. Zia-ul-Haq :
Land Lord and Peasant in Early Islam. *Rs.* 85/-

(6) Dr. M. Muslehuddin :
Islamic Jurisprudence and the rule of Necessity and need. *Rs.* 15/-

(7) Prof. Qamaruddin Khan :
The Political thought of Ibn Taymiyah. *Rs.* 60/-

(8) Dr. M. Saghir Hasan Masumi :
Imam Razi Ilm al-Akhlaq. *Rs.* 70/-

Write to :
Circulation Manager,
Islamic Research Institute
Post Box No. 1035,
ISLAMABAD.